شریعت اور قانون میں سزا کا تصور

ڈاکٹر محمد اعجاز*

In Shariah Punishment means "penalty imposed on committing prohibited act and in law punishment is described as penalty inflicted on an offender after finding of the guilt. In law, there are objectives of punishment described in Jurisprudence. These are deterrence, prevention, reformation and retribution. In Shariah, main objective of punishment is to maintain justice in the society. Other objectives resemble with the law. In Shariah the philosophy of punishments is the imposition of penalty in accordance with the crime. If the crime is committed with body, the punishment will be imposed on the particular part of of body and if crime is related to the senses, the punishment will be of that kind. Shariah considers all the objectives of punishment while the modern law and modern gal trends are showing that reformation of guilty overcomes the other objectives,. So modern society is losing the order and advancing towards disorder.

سزا کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی جرم کی۔ جرائم کے ارتکاب کے ساتھ ہی سزاؤں کا اجراء شروع ہو گیا۔ سزاؤں کے پیچھے کارفرما فلسفہ میں تبدیلی ہوتی رہی کبھی تو سزا دینے کا محرک انتقام رہا، کبھی مجرم کی تعذیب تھا اور کبھی یہ جذبہ رہا کہ مجرم کو اس لیے سزا دی جائے کہ معاشرہ ان جرائم سے پاک ہو۔ جبکہ کسی تہذیب و معاشرت میں مجرم کی اصلاح محرک اصلی قرار پایا۔ شریعت میں جرائم پر سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور جدید مغربی قانون بھی سزا کے بارے میں ایک رائے رکھتا ہے۔ جائزہ لینے کی بات ہے کہ شریعت اور جدید قانون سزاؤں کے بارے میں کیا نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے نزدیک سزاؤں کے پیچھے کیا فلسفہ کارفرما ہے۔

سزا کے لغوی معنی جزائے بدی ہیں (۱)

عربی میں اس کے لیے ''عقوبۃ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی الجزاء بالشر بیان ہوئے ہیں۔ (۲) عربی میں جب کہا جاتا ہے کہ عاقبۃ تو اس سے مراد ہوتا ہے اخذه بذنبہ اسی کا اسم عقوبۃ ہے۔ (۳) لسان العرب میں بیان ہوا کہ العقاب و المعاقبة ان تجزی الرجل بما فعل سؤ (کسی آدمی کے برے کام کا بدلہ) (۴) عقوبہ میں عذاب کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقاب، عقوبۃ اور معاقبۃ عذاب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

''فحق عقاب'' (۱۴:۳۸) تو میرا عذاب ان پر واقع ہوا''شدید العقاب '' (۱۱:۳) سخت عذاب کرنیوالا''فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به'' (۱۲۶:۱۶) اگر تم تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہے۔''ومن عاقب بمثل ماعوقب '' (۲۰:۲۲) کوئی شخص کسی کو اتنی سزا دے جتنی سزا کہ اس کو دی گئی ہے۔(۵)

مولانا عبدالرشید نعمانی کہتے ہیں کہ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہو لینے کے ہیں چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول (دوسرا پہلے کے پیچھے ہو رہا) اور عقب اللیل النهار (رات دن کے پیچھے ہو لی)

اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے، لہٰذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہیے۔(۶)

انگریزی میں سزا(Punishment) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Penalty Imposed for an offence or severe handling."

تو اس طرح سزا کے لغوی معنی جزائے بدی، پاداش یا جرم یا عذاب کے ہوئے۔

اصطلاح میں سزا سے مراد وہ تکلیف ہے جو انسان کو کسی جرم کے ارتکاب کی پاداش میں دی جاتی ہے۔ اس لیے جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی 'فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به' (۱۶:۱۲۶) تو اس کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب مسلمانوں نے کہا انہوں نے ہمارے مردوں کا مثلہ کیا مگر ہم ان کے زندوں کا مثلہ کریں گے۔(۸) تو اس آیت میں ان کے جرم کے نتیجے میں دی جانے والی تکلیف کو سزا یا عقوبہ کا نام دیا گیا ہے جرم کے نتیجے میں دی جانے والی تکلیف کو عقوبہ کا نام ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ جرم کے بعد دی جاتی ہے۔بعض علماء نے سزا کی تعریف یوں کی ہے:''جزاء بالضرب او القطع او الرجم او القتل ''(۹)

قانون میں سزا(Punishment) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

(۱۰)Penalty inflicted on an offender after finding of the guilt.

سزا کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے:ایسی تعزیر جو عدالت مجرم کو دیتی ہے۔(۱۱)

اس طرح سے سزا کے اصطلاحی معنی یہ ہوئے کہ وہ تکلیف یا بدلہ جو کسی جرم کے نتیجے میں اور ثابت ہونے پر عدالت مجرم کو دیتی ہے۔

شریعت میں سزا کے مقاصد

اسلام میں عدلیہ کا بنیادی ہدف حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں انسانوں پر نگرانی کرنا، ان حقوق کی ادائیگی میں ہونے والی کوتاہیوں پر ان کی اصلاح کرنا۔ حق سے محرومی پر ان کا حق دلوانا۔ قانون شکنی پر مجرم کو سزا دینا۔ یہ سب اس وقت ممکن ہوگا، جب عدل ہو۔ اس لیے اسلام نے عدالتی نظام میں عدل پر زور دیا ہے کہ شریعت میں سزا کے ذریعے عدل کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ عدل کے بغیر کوئی معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اس لیے قرآن میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر عدل کا بہت زیادہ تقاضا کیا ہے۔ ارشاد ہوا:

"واذاحكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل." (النساء، ۴:۵۸)

امام شوکانی فرماتے ہیں: "العدل هو فصل الحكومة على مافي كتاب الله و سنة رسوله ﷺ" (۱۲)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرنا عدل ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اعدلوا هو أقرب للتقوىٰ و اتقوا الله." (المائدہ ۵:۸)

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں:

"أمر الله جميع الخلق بأن لا يعاملوا احدا اِلا على سبيل العدل و الاِنصاف و ترك الميل و الظلم." (۱۳)

اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو حکم دیا ہے، ہر ایک سے عدل اور انصاف کا معاملہ کرو اور جانبداری و ظلم چھوڑ دو۔ مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ان الله يامربالعدل و الاحسان و ايتاء ذى القربىٰ." (۱۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے جبکہ حضرت علیؓ کا قول ہے: " العدل الانصاف" (۱۵)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پوری زندگی میں عدل اور انصاف پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ اس لیے کہ عدل و انصاف کے بغیر نظام زندگی کا چلنا ناممکن ہے۔ سورۃ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لقد أرسلنارسلنا بالبينٰت و أنزلنا معهم الكاب والميزان ليقوم الناس بالقسط و انزلنا الحديد فيه بأسٌ شديد و منافع للناس." (۱۶)

امام طبری اس آیت کی تشریح اور تفسیر میں بیان فرماتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا

"لقد أرسلنا بالمفصلات من البيان والدلائل و أنزلنا معهم الكتاب بالأحكام و الشرائع و الميزان بالعدل ليعمل الناس بينهم بالعدل." (۱۷)

ہم نے رسولوں کو برھان اور دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتابیں نازل کیں جن میں احکام او رقوانین ہیں اور اس کے ساتھ عدل کی میزان نازل کی تا کہ لوگ اپنے درمیان عدل کے مطابق معاملہ کریں۔ یعنی اس شریعت کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم ہو۔اس لیے سزاؤں کے نظام میں اس مقصد اور ہدف کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بہت خوبصورتی سے الکتاب، المیزان اور الحدید میں مختلف نوعیت کی مناسبتیں بیان کی ہے۔ جو اس موضوع کو بہت اچھے طریقے سے واضح کرسکتی ہے۔امام رازی کی بیان کی گئی بحث کا خلاصہ ہم پیش کرتے ہیں۔

متذکرہ بالا تین چیزوں میں مناسبت اس اعتبار سے کہ تکلیف کا مدار کن امور پر ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں اس کا مدار دو امور پر ہے''احداهما فعل ماينبغي فعله و الثاني ترك ما ينبغي تركه''

پھر آگے فرماتے ہیں:

فالكتاب هوا لذى يتوسل به الى فعل ماينبغي من الأفعال القسانية لان يتميزا الحق من الباطل والحجة من الشبهة و الميزان هوالذى يتوسل به الى فعل ماينبغي من الأفعال البدنية ...... والميزان هو الذى يتميزبه العدل عن الظلم و الزائد عن الناقص و أما الحديد ففيه بأس شديد و هو زاجر للخلق عما لاينبعي. (۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ روحانی مصالح کی حفاظت کے لیے کتاب اور جسمانی مصالح کے لیے میزان نازل کی گئی پھر حق اور باطل، عدل اور ظلم میں تمیز ہو جانے کے باوجود پھر کوئی ایسا فعل کرے جو اسے نہیں کرنا چاہیے تو اس کے لیے بطور زجر حدید نازل کیا۔ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں عدل کا قائم کرنا مقصود ہے اور اس ہدف اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سزا کو مشروع قرار دیا گیا۔لہٰذا سزا کے نتیجے میں عدل قائم ہونا چاہیے۔

امام رازی نے ایک اور اعتبار سے ان تین الفاظ میں مناسبت بیان کی ہے کہ انسان مقام حقیقت یعنی مقام نفس مطمئنہ پر ہوتا ہے یا مقام طریقت یعنی مقام نفس لوامہ یا شریعت یا نفس لوامہ کے مقام پر ہوتا ہے۔

مقام حقیقت کے حامل انسان کے لیے سکون اللہ کے پاس ہے وہ کتابِ اللہ پر ہی عمل کرتا ہے۔ مقام طریقت والے کے لیے ضروری ہے کہ میزان ہوتا کہ وہ افراط وتفریط سے بچ سکے اور صراط مستقیم پر قائم رہے، مقام شریعت کے حامل کو مجاہدۂ شدید اور سخت مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان الفاظ کی ایک اور اعتبار سے تعلیق کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ دین اصول وفروع کا مجموعہ ہے، اصول قرآن سے اخذ ہوتے ہیں اور فروع سے مقصود ایسے افعال ہیں جن میں انسان کی مصلحت اور عدل پایا جاتا ہے، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''**ذلک بالمیزان فإنه اشارة الی رعایة العدل و الحدید لتأدیب من ترک۔**''

جو میزان سے کام لے کر عدل کی رعایت نہ کرے تو اس کی تادیب ہوگی، لفظ حدید اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی سزا اور تادیب کا مقصد عدل کی فراہمی ہے۔

شریعت میں جرم پر سزا رکھی ہی اس لیے گئی ہیں کہ لوگ جرم اور نافرمانی سے باز رہیں اور ان کی زندگی عدل کی بنیاد پر استوار ہوتا کہ اس کے نتیجہ میں وہ اخروی نجات حاصل کر سکیں اور ان کی دنیاوی زندگی میں معاشرت کی حفاظت ہو۔ بہوتی فرماتے ہیں، مقرر شدہ سزاؤں کو حدود کا نام ہی اس لیے دیا گیا: **لأنها تمنع من الوقوع فی مثل ذلک الذنب و أن تکون سمیت بالحدود التی هی المحارم لکونها زواجر عنها۔(۱۹)**

جرائم میں سزاؤں کو مشروع اسی لیے قرار دیا گیا ہے کہ لوگ اپنے درمیان ایک دوسرے پر جان، مال، عقل اور قرض وغیرہ میں جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جرائم سے روکنے کے لیے سزائیں مقرر فرمائیں، ان سزاؤں میں مصلحت کا لحاظ رکھا کہ وہ ضرورت سے تجاوز نہ کریں۔

کسی فعل کے کرنے کی صرف ممانعت یا حکم اس بات کی ضمانت نہیں کہ لوگ اس پر عمل کریں یا باز رہ جائیں گے بلکہ سزا نہ ہونے کی صورت میں اوامر ونواہی ضائع اور بے کار ہو جائیں گے، سزا ہی کے ذریعے کسی حکم یا ممانعت کا کوئی قابل فہم معنی اور کوئی امید افزا نتیجہ سامنے آسکتا ہے۔ سزا کے ڈر سے عموماً لوگ جرائم سے باز رہتے ہیں۔ دنیا میں خرابی پیدا کرنے سے رکتے اور مضرر ساں کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور خیر و فلاح کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

سزاؤں کو اگرچہ مفاد عامہ کے نقطہ نظر سے قانونی حیثیت دی گئی ہے۔ مگر سزاؤں کے خود اپنے اندر اور کوئی مصلحت پنہاں نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے لحاظ سے یہ مفاسد ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے سزائیں اس

لیے مقرر کی ہیں کہ ان کے ذریعے اجتماعیت کا حقیقی مفاد حاصل ہوتا ہے اور اس کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جرائم بھی کچھ مفادات پر مشتمل ہوں، مگر شریعت نے ان مفادات کو نظر انداز کر کے ان کی اس لیے ممانعت کی ہے کہ بالآخر ان کے نتائج فساد پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ زنا، شراب نوشی، چوری، استھانوں پر چڑھاوے چڑھانا یا پوجا کرنا، دوسروں کا مال چھیننا، گھر والوں کو چھوڑ دینا اور زکوٰۃ نہ دینا سارے ہی ایسے اعمال ہیں جن میں فرد کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہے، مگر ان فوائد کا شارع کی نظر میں کوئی لحاظ نہیں بلکہ شارع نے ان کاموں سے منع کر دیا ہے کہ یہ اعمال انجام کار معاشرے کے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے افعال کم ہی ہوتے ہیں کہ جن میں خالص فوائد اور نقصانات ہوتے ہیں۔ انسان طبعی طور پر ان امور کو ترجیح دیتا ہے جن کا فائدہ زیادہ ہو، شریعت اسلامیہ نے سزاؤں میں تہدید اور زجر کا عنصر اسی لیے رکھا ہے کہ طبیعت انسانی کا علاج ہو جائے، کیونکہ اس صورت میں جب انسان اپنے ذاتی مفاد اور اس پر مرتب ہونے والی سزاؤں کی جانب توجہ کرتا ہے تو طبعی طور پر اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔(۲۰)

جرم اور سزا میں نسبت

شریعت اسلامیہ میں سزاؤں کا مقرر کیا جانا حکمت کے طور پر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جرم ہو گیا تو بہت سزا ہو بلکہ جو سزائیں دی جائیں وہ معاشرے سے فساد کو دور کرنے اور مصالح کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ سزا جرائم کے مطابق اور مناسب ہو۔ جرم اور سزا میں مناسبت ہو، اسی لیے صرف سزا کو لاگو کر دینے کی نسبت سزا کا مقصد و ہدف زیادہ اہم ہے۔ اسلام میں سزاؤں کی ترتیب یا فرق مراتب جرائم کے فرق مراتب پر مبنی ہے، اگر جرم اللہ کے حق یا دوسرے الفاظ میں معاشرہ کی مجموعی بہبود و مصلحت کے خلاف ہے تو سزا سخت ہے اور اگر کسی فرد کے حق کا معاملہ ہے تو سزا میں نرمی اختیار کی جاسکتی ہے جس میں اس فرد یا اس خاندان کی مرضی سے صلح یا معافی بھی شامل ہے۔

جسٹس تنزیل الرحمٰن فرماتے ہیں کہ دراصل اسلامی شریعت میں قصاص یعنی بدلہ سزاؤں کی بنیاد ہے، لہٰذا جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا، قتل کیا جائے گا اور جو کسی کی آنکھ ضائع کرے گا، اس کی آنکھ ضائع کر دی جائے گی جو کسی کو ناجائز ضرب پہنچائے گا اس کو ایسی ہی ضرب پہنچائی جائے گی۔ یہ اصول ان حقوق سے متعلق ہوگا جو شخصی یا انفرادی ہیں لیکن جو حقوق معاشرہ کے ہیں ان کی خلاف ورزی پر سزا کا پیمانہ مختلف ہوگا۔ چنانچہ ایسے جرائم میں جرم کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ جرم کی شدت اور معاشرے پر اس کے اثرات کے تحت ان کی سزائیں مقرر کی جاتی ہیں۔(۲۱)

جرائم اور ان پر مقرر سزاؤں پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ شارع نے جرم اور سزا میں مطابقت اور مناسبت رکھی ہے۔ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا رکھی گئی ہے۔ اگر جرم کا تعلق نفس سے ہے تو سزا بھی ایسی مقرر کی ہے، جس کا اثر نفس پر ہوتا ہے۔ اور اگر جرم کا تعلق جسم سے ہو تو سزا بھی جسمانی ہے، مثلاً جان کے بدلے جان ہے۔ زنا، شراب نوشی اور قذف مین انسان کو لذت محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا سزا بھی ایسی رکھی گئی ہے کہ جو لذت کیخلاف ہے کہ جتنی لذت نفس نے محسوس کی اتنی تکلیف سہے اور اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح چور چوری کرتے ہوئے ہاتھ استعمال کرتا ہے۔ راہزنی میں ہاتھ اور پاؤں دونوں استعمال ہوتے ہیں تو اسی مناسبت سے قطع عضو کی سزا ہے۔

مقاصد شریعت اور سزائیں

شریعت کا مقصد بندوں کے مصالح ہیں۔ شریعت نے جتنے بھی احکام دیے ہیں، چاہے ان کا تعلق اوامر سے ہو یا نواہی سے، اور یا عقاب و سزا سے، ان سب سے مطلوب و مقصود بندوں کی مصلحت ہے۔ فقہاء اسلام نے قرآن و سنت سے استنباط کر کے پانچ اصولوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔ جن پر مصلحت حیات انسانی کا دارومدار ہے۔ اور جن کی حفاظت کو ضروریات قرار دیا ہے کہ ان کے بغیر حیات انسانی کی مصلحت کی رعایت و حفاظت ناممکن ہے۔ مصلحت حیات انسانی کا دارومدار مندرجہ ذیل پانچ امور پر ہے۔

۱۔حفاظت دین	۲۔حفاظت نفس
۳۔حفاظت مال	۴۔حفاظت نسل
۵۔حفاظت عقل (۲۲)	

شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں وہ ان پانچ مصلحتوں کے گرد گھومتے ہیں۔ موضوع کے حوالے سے صرف مقاصد شریعت اور سزاؤں میں مناسبت ہی بیان کی جائیگی کہ سزائیں ان مقاصد کے حصول میں کس طرح کردار ادا کرتی ہیں۔

چنانچہ جو مسلمان اسلام سے منکر ہو کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائیں اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دین اسلام میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے درپے ہوں ان کو قتل کر دینے کا حکم ہے کیونکہ وہ دین کی بنیاد کو منہدم کرنے کے درپے ہیں۔ قتل عمد میں قصاص کا حکم اس لیے ہے کہ انسانی جانیں ظلم اور تعدی سے محفوظ رہیں اور سزا کے ذریعے انسانی جان کی حرمت کا احساس عام ہو جائے۔ قصاص کو معاف کرنے اور دیت کا حکم اس لیے ہے کہ بدلے کی آگ آئندہ نسلوں کو بھی برباد نہ کر دے اور دیت کے ذریعے مقتول کے

خاندان کے مالی نقصان کو پورا کرنیکی کوشش کی جاتی ہے۔ عقل انسانی کو محفوظ رکھنے کے لیے شراب نوشی اور نشہ پر سزا ہے کیونکہ شراب اور نشہ انسانی عقل کو مفلوج کرتا ہے۔ زنا کی سزا کا وجوب اس مقصد کے لیے ہے کہ اولاد کا نسب خلط ملط نہ ہو اور نسل کی حفاظت ہو۔ خاندانی نظام میں نسب کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ چور اور راہزن پر سزا اس وجہ سے لاگو ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کا مال خفیہ یا اعلانیہ طور پر ناجائز طریقہ سے حاصل کرتے ہیں اور لوگوں میں مال کے عدم تحفظ کا احساس عام ہوتا ہے۔ یہ احساس ان کو امن وسکون کے ساتھ راتوں کو سونے نہیں دیتا چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا اصول پانچ انسانی مصلحتیں جن کا حصول ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے ان میں کسی ایک پر دست اندازی کو سزا کے ذریعے روکنا عین مصلحت ہے۔

جدید قانون اور سزا

ابتدائی زمانہ میں ستم رسیدہ اور متضرر اشخاص اپنا انتقام خود لیا کرتے تھے اور سزا میں انتقامی جذبہ کارفرما ہوتا تھا۔ اس کے بعد انسانی رویہ میں تبدیلی واقع ہوئی اور سزا کا مقصد زجر وتوبیخ ٹھہرا کہ مجرم کو سختی برداشت کرنی پڑے اور معاشرے کے دوسرے افراد کو تنبیہہ ہوتا کہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ دور جدید میں سزا بغرض اصلاح دیے جانے کا رجحان ہے۔ سزا اس لیے دی جائے کہ اس کے نتیجے میں مجرم کی اصلاح ہو۔ ماہرین قانون نے سزا کے چار مقاصد بیان کیے ہیں۔ (۲۳)

۱۔ عبرت (Deterrance)

۲۔ انسداد جرائم (Prevention)

۳۔ اصلاح مجرم (Reformation)

۴۔ انتقام (Retribution)

اس سے سزا کے مندرجہ ذیل اہداف متعین ہوتے ہیں۔

۱۔ مجرم عارضی طور پر یا مستقلاً تکرار جرم پر قادر نہ رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سزا کا عمل مجرم کے جسم پر ہو۔

۲۔ سزا بھگتنے کے نتیجہ میں مجرم کے اخلاق کی اصلاح عمل میں آئے اسکے لیے لازمی ہے کہ سزا کا اثر اس کے دماغ پر ہو کہ وہ مجرمانہ ذہنیت بدل لے۔

۳۔ ضرر رسیدہ شخص کی تسکین ہو۔ دوسری صورت میں اس کے اندر انتقامی جذبات بھڑکتے رہیں

گے۔ جو اسے جرم پر آمادہ کر سکتے ہیں۔

۴۔ سزا کے ذریعے معاشرے کے اخلاقی احساسات کو بلند کیا جائے۔(۲۴)

ان چاروں مقاصد اور اہداف کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان میں عدم توازن بگاڑ کا باعث بن سکتا ہے۔ جبکہ عصر حاضر میں سزا میں مجرم کی اصلاح کا عنصر غالب رکھنے پر زور ہے۔ اسی لیے سزائے موت کے خاتمے، کوڑوں کی سزا کو ظالمانہ قرار دینے اور قطع عضو کو مجرم پر زیادتی کے نعرے عام ہیں۔ ان لوگوں کا پلڑا ایک طرف جھک گیا ہے جو راہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔

تعزیری سزا کے اہداف

علماء نے تعزیری سزا کے مندرجہ ذیل اہداف بیان کیے ہیں۔

۱۔ زجر و توبیخ

زجر کے معنی دھمکانا، منع کرنا اور روکنا ہے۔ زجر کے معنی مجرم کو عادی مجرم بننے یا جرائم میں حد سے گزرنے سے روکنا اور غیر مجرم کے لحاظ سے زجر کے معنی اسے ارتکاب جرم سے روکنا ہے۔

التعزير تاديب دون الحدود اصله من العزر بمعنى الرد و الردع ...... و المقصود منه الزجر (۲۵)

تعزیر کی اصل عزر ہے جس کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور اس سے مقصود زجر ہے۔

مغنی میں بیان ہوا کہ **ذلك يسمى تعزير لأنه منع من الجناية .**

اس سزا کا نام تعزیر اس لیے ہے کہ یہ جرم سے روکتی ہے۔ آگے بیان ہوا: **انها عقوبة مشروعة للردع و الزجر** ''کہ اس سزا کی مشروعیت کا مقصد روکنا اور دھمکانا ہے۔''(۲۶)

سزاؤں میں حکمت ہی یہ ہے کہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور انہیں جرائم کے ارتکاب سے دور رکھا جائے، معاشرے کو فساد سے محفوظ رکھا جائے اور گناہوں سے پاک کیا جائے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''من رحمة الله سبحانه و تعالىٰ ان شرع العقوبات فى الجنايات الواقعة بين الناس بعضهم على بعض فى النفوس والابدان والاموال و العقل والجراح و القذف والسرقة فاحكم سبحانه و تعالىٰ وجوه الزجر الرادعة عن هذه الجنايات غاية الاحكام و شرعا على اكمل الوجوه المتضمنة لمصلحة الردع والزجر مع عدم المجاوزة لما يستحقه الجانى من الردع.. (۲۷)

چونکہ تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکاب جرم سے باز رکھنا ہے اس لیے یہ سزا اس قدر ہونی چاہیے کہ جس سے مقصد پورا ہو جائے نہ تو اس قدر کم ہو کہ مجرم ارتکاب جرم سے باز نہ آئے اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ جس کی ضرورت نہ ہو۔

۲۔اصلاح وتربیت

شریعت نے مجرم کی اصلاح وتربیت اور اس کی ہدایت ونصیحت کو مقاصد سزا دہی میں سرفہرست رکھا ہے تا کہ مجرم محض خوف سزا کی وجہ سے جرم سے باز نہ رہیں بلکہ وہ پاکی نفس، جرم سے نفرت، خوف خدا اور حصول رضائے الٰہی کے پیش نظر ارتکاب جرم سے باز رہیں۔ابو یعلی فرماتے ہیں: واما التعزير فهو تاديب استصلاح ۔(۲۸)

جہاں تک تعزیر کا تعلق ہے یہ ایسے گناہوں کی سزا ہے جن پر حدود لاگو نہیں ہوتیں اور یہ ایک طرح سے حدود سے موافقت بھی رکھتی ہے کہ اس کے ذریعے اصلاح مقصود ہوتی ہے چونکہ یہ نافرمانی پر تادیب ہی اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے مجرم کی اصلاح ہو۔

۳۔انتقامی جذبہ کی تسکین

جرم افراد معاشرہ کے دلوں میں مجرم کے خلاف نفرت پیدا کرتا ہے اور مظلوم کے حق میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔اور خصوصاً متضرر کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہوتا ہے تو سزا درحقیقت معاشرتی ردعمل ہے۔معاشرہ سزا کی صورت میں مجرم سے انتقام لیتا ہے، مظلوم کی تسلی ہوتی ہے۔(۲۹)

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں سزاؤں کا مقصد وہدف معاشرے سے فساد دور کرنا ،مصالح کی ترویج اور عدل فراہم کر کے معاشرے سے بے چینی اور عدم مساوات کے احساس کو دور کرنا ،معاشرے کے افراد کو اس قابل بنانا کہ دنیا کے اندر وہ ایسا طرز عمل اختیار کریں جس کے نتیجے میں معاشرے میں امن و امان ہو۔لوگوں کی حق تلفی کا ازالہ ہو۔شارع کے اوامر ونواہی کی اطاعت ہو تا کہ وہ آخرت میں فلاح ونجات کے مستحق ٹھہر سکیں۔سزا کے مقاصد میں سے یہ بھی مصلحت ہے کہ حیات انسانی کی حفاظت ہو نیز سزاؤں کے ذریعے مجرم کو ڈرانا دھمکانا اور تادیب بھی مقصود ہے تا کہ وہ دوبارہ جرم کا ارتکاب نہ کرے اور دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو کہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔سزاؤں کا مقصد مجرم کی اصلاح ہے اس کو اس قابل بنانا کہ وہ صالح بن کر زندگی گزار سکے اور معاشرے کا کارآمد شہری بن سکے ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ جرم اور سزا میں مطابقت ہو یعنی جرم کی نوعیت اور شدت کے مطابق سزا دی

جائے اور اتنی مقدار میں دی جائے کہ جتنی ان مقاصد واہداف کے حصول کے لیے ضروری ہو۔

اگر چہ قانون کے پیش نظر سزا کے مقاصد واہداف ،عبرت ، انسداد جرائم ، اصلاح مجرم اور انتقام کے جذبہ کی تسکین بیان کیے جاتے ہیں۔ سزا میں ان چاروں مقاصد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، ان میں عدم توازن بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ دور جدید میں قانون سزا کے حوالے سے مجرم کی اصلاح کا عنصر بہت زیادہ غالب ہو گیا ہے۔ دوسرے مقاصد ثانوی حیثیت کی وجہ سے سزا کے مقاصد حاصل نہیں ہو رہے۔ جبکہ اسلامی سزاؤں میں اعتدال ہے کہ تمام مقاصد سزا پورے ہوتے نظر آتے ہیں، تأدیب وتعذیب بھی ہے۔ زجر وتوبیخ بھی ہے۔ انتقامی جذبہ کی تسکین کے ساتھ ساتھ مجرم کی اصلاح پیش نظر رہتی ہے۔ سب سے بڑی بات جرم اور سزا میں مطابقت ہے۔ جرم کا ارتکاب جسم سے کیا گیا ہے تو سزا کا اطلاق جسم کے اسی حصے پر ہوتا ہے۔ جرم میں لذت کا حصول ہوا تو سزا کا نفاذ نفس پر ہے کہ جس طرح لذت لی اسی طرح اذیت چکھے۔ اگر قید کے علاوہ چارہ نہ ہو تو قید کیا جائے یہ نہیں کہ جدید قانون کی طرح سزائیں قید سے شروع ہو کر قید پر ختم ہو جائیں۔

حوالہ جات

۱- سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۱۹۹۵ء، ۳/ ۷۷
۲- جبران مسعود، لارائد، دار العلم للملابیین، بیروت، ۱۹۸۶ء، ۲/ ۱۰۴
۳- احمد رضا شیخ، معجم متن اللغۃ، دار معجم متن اللغۃ بیروت، ۱۹۶۰ء، ۴/ ۱۵۵
۴- ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۹/ ۱۰۵
۵- راغ اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مطبعۃ المیمنیۃ، مصر ۱۳۲۴ھ، ب۔ ۳۴۰
۶- نعمانی، مولانا محمد عبدالرشید، لغات القرآن، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۵۳ء، ۲/ ۳۳۲
۷- Dictionary, Cambridge, New york, 1988, p.1188
۸- الالوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴/ ۲۵۷ اور
الجوزی، ابوالفراج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، زاد السمیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر بیروت، ۱۹۶۵ء، ۴/ ۵۰۸
۹- ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ احمد الباز مکۃ المکرمۃ، ۱۳۸۲ھ، ۴/ ۳
۱۰- M. Anwar Ghuman, Legal Dictionary with law terms and phrases, la-1 lahore, p.239
۱۱- حنیف چوہدری، انسائیکلوپیڈیا قانونی ڈکشنری، شان بک کارپوریشن، لاہور ص: ۳۰۰
۱۲- فتح القدیر، ۵/ ۶۱۳
۱۳- تفسیر کبیر ۱۱/ ۱۵۸
۱۴- النحل، ۱۶:۹۰
۱۵- قرطبی، ۱۰/ ۱۰۹
۱۶- الحدید، ۵۷:۲۵
۱۷- طبری، ۲۷/ ۲۳۶
۱۸- تفسیر کبیر، ۲۹/ ۲۴۱-۲۴۲
۱۹- کشاف القناع، ۶/ ۷۷

۲۰- التشریع الجنائی الاسلامی، ۱/۶۹

۲۱- اسلامی قوانین، ص:۴

۲۲- الموافقات، ۲/۴

۲۳- Zafar Iqbal, Salmond's Jurisprudence, P-64-65

۲۴- مبادی قانون فوجداری، ص:۴۷-۵۶

۲۵- شرح فتح القدیر، ۵/۱۱۲

۲۶- المغنی، ۱۰/۳۴۲، ۳۴۴

۲۷- الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۶/۱۴

۲۸- الاحکام السلطانیہ، ص:۲۹۲

۲۹- عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ۲/۱۷، ۱۸